ہر شخص حالات کی سختیوں سے نجات چاہتا ہے... اور اس کے لیے اسے ایک چانس کی ضرورت ہوتی ہے... وہ بھی منتظر تھا کہ خوش قسمتی کے در وا ہوں... مگر ہمیشہ بے روزگاری اس کے ہمراہ رہی۔ کبھی کم اور کبھی زیادہ عرصہ... اب وہ تھک چکا تھا... چُور چُور تھا... کہ اچانک ہی قسمت کو اس پر رحم آگیا۔

داؤ پر لگی زندگی کو جینے کے لیے چال چلنا پڑتی ہے...

ایک ایسی ہی چالِ مرگ کا احوال

چالِ مرگ

سیریناراض

اُس صبح مارٹن مینز کو ایک بار پھر ملازمت سے نکال باہر کیا گیا تھا۔ ایک سال کے دوران تیسری بار نکالا جانا اس کے لیے تو پریشانی کا سبب تھا ہی لیکن ایلینا کے لیے یہ خبر کسی بم سے کم نہ ہوتی۔ صبح سویرے دفتر سے نکلنے کے بعد اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ گھر جا کر بیوی کا سامنا کر سکے۔ اسے مزید پریشان کرنے سے تو بہتر تھا کہ گھر ہی نہ جایا جائے، سو اس نے ایسا ہی کیا۔

مارٹن کی روکھی پھیکی زندگی میں کوئی رنگینی نہ تھی۔ بچپن میں ماں چھوڑ کر چلی گئی، باپ نے دوسری شادی کی اور وہ بے سہارا بچوں کے مرکز میں چلا آیا۔ یکسانیت بھری زندگی گزارنے کے باوجود اس کے لبوں پر کوئی شکایت نہیں تھی۔ وہ ایلینا سے شادی کر کے بہت خوش تھا۔ دونوں کی داستانِ حیات میں بڑی مماثلت تھی۔ مزاج بھی ایک جیسے تھے۔ قناعت اور سادگی دونوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

دونوں کا پچھلے پندرہ سال سے بہتر انداز میں نباہ ہو رہا تھا۔

ایلینا کے برعکس مارٹن کے دل کے کسی کونے میں پُرتعیش زندگی گزارنے کی کمزوری حسرت ضرور موجود تھی۔ کبھی کبھار یہ حسرت دبی چنگاری کی طرح سلگتی تو وہ اسے اپنے صبر سے بجھا دیا کرتا تھا۔ دولت کی خاطر جوانی کے دنوں میں وہ کافی تگ ودو بھی کر چکا تھا لیکن جب امیر بننے کے کوئی آثار نمودار نہ ہوئے تو اس نے بھی ہمت ہار دی۔ وہ اپنے حالات کو تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکا تھا۔ اگر اس کی ملازمت میں عدم استحکام نہ ہوتا تو شاید وہ انہی حالات میں زندگی کے دن پورے کر لیتا لیکن کیا کہیے کہ تقدیر نے کہیں ٹکنے ہی نہ دیا۔ وہ تو ہر جگہ یہی سوچ کر گیا تھا کہ بس ریٹائرمنٹ تک یہیں رہے گا مگر دو چار سال میں ہی کچھ نہ کچھ ایسا ہو جاتا کہ بے روزگاری اس کے گلے آ لگتی۔

تین چار سال میں ایک دفعہ آنے والی بے روزگاری کو تو وہ ہنسی خوشی کاٹ لیا کرتے تھے لیکن اس برس سے حالات کی گردش عجیب تھی۔ مارٹن سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ دو تین مہینوں کے اندر وہ ایک بار پھر بے روزگار کیوں کر دیا جاتا ہے۔ خود ایلینا کے لیے بھی یہ صورتِ حال پریشانی کا سبب تھی۔ پچھلے دو برس سے ایلینا مارٹن کی محبت سے زیادہ اس کے معاش کی فکر میں گرفتار تھی۔ وہ چاہتا تو گھر جا کر یہ بُری خبر سنا سکتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہ صرف یہی کہے گی۔ ''ایک بار پھر......'' اور ٹھنڈی سانس بھر کر کام دھندے میں لگ جائے گی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر کوئی اور عورت ہوتی تو ایک بار پھر نکالے جانے کی خبر سنتے ہی گھونسا تان کر شوہر پر پل پڑتی لیکن وہ ایسی نہ تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس منحوس خبر کو سنا کر اسے مزید پریشان نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔ ان کی جو کچھ جمع پونجی تھی، وہ بے روزگاری کے دن کاٹنے میں پہلے ہی صرف ہو چکی تھی، اب کیا ہوگا۔ یہی سوچ کر مارٹن نے گھر کے بجائے سڑک کی راہ لی۔

وہ کندھے پر پٹ سن سے بنا تھیلا لٹکائے یونین اسکوائر پر بے مقصد گھوم رہا تھا۔ صبح سویرے ہی مارٹن کے لیے سابقہ ہو جانے والی کمپنی کے لوگو والے تھیلے میں وہ سامان تھا جو فارغ کیے جانے کے بعد مارٹن نے اپنی میز سے سمیٹا تھا۔ اسے وقت گزاری کرنا تھی اور وقت کو گزرتے رہنا تھا، سو دونوں کام جاری وساری تھے۔ وہ کام سے سیدھا گھر جانے کا عادی تھا۔ اس آوارہ گردی میں وقت کاٹے نہیں کٹ رہا تھا لیکن کیا کرتا، گھر جانے کے بجائے اسے فی الوقت یونین اسکوائر پر ہی زیادہ عافیت نظر آئی تھی۔

بے مقصد گھومتے ہوئے وہ بدستور یہی سوچ رہا تھا کہ آخر تواتر کے ساتھ ملازمتوں سے نکالے جانے کا سبب کیا ہے۔ وہ خود کو اس کا ذمے دار نہیں سمجھ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ جو کچھ ہوتا رہا ہے، اس میں دوسروں کا ہاتھ زیادہ ہے۔ وہ خود کو تسلی بھی دے رہا تھا کہ اس بار جو کچھ ہوا، وہ غیر یقینی نہ تھا۔ آج نہیں تو کل، ایسا ہونا ہی تھا مگر اتنی جلدی...... یہ بات اس کے لیے قابلِ برداشت ہرگز نہ تھی۔ یہ تو وہ پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ اس کا باس بظاہر جتنا اچھا ہے، اندر سے اتنا ہی کمینہ۔ یہ بات اسے کمپنی کے دوسرے ملازمین کے ساتھ میل جول بڑھنے کے بعد اچھی طرح سمجھ آ چکی تھی۔ اس کی عادت تھی کہ اپنے ملازمین کو زیادہ دنوں تک ٹکنے نہیں دیتا تھا۔ اس طرح کے حالات پیدا کر دیے جاتے تھے کہ یا تو وہ خود ملازمت چھوڑ جاتے یا پھر نکال دیے جاتے تھے۔ یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن جو بات مارٹن کو تکلیف دیے جا رہی تھی، وہ یہ کہ صرف سات مہینوں میں تیسری بار نوکری سے نکالا گیا تھا۔ اس کی مالی حالت اس قابل نہیں رہی تھی کہ بے روزگاری کے دن عزت سے بسر کر سکے۔

وہ ویک اینڈ تھا۔ مارٹن ایک بنچ پر بیٹھا مستقبل کی ممکنہ پریشانیوں میں ڈوبا ہوا تھا کہ اسی دوران کم عمر لڑکے لڑکیوں کا ایک غول سامنے سے آتا دکھائی دیا۔ اگرچہ اس وقت اسکوائر پر کافی بھیڑ بھاڑ تھی لیکن جس طرح وہ شور مچاتے آ رہے تھے، اس سے لگ رہا تھا کہ وہ ضرور کسی مذہبی یا ثقافتی رسم کو پورا کرنے نکلے ہیں۔ کچھ ہی دیر میں وہ غول اس کے سامنے پہنچ گیا۔ پہلے تو وہ سمجھا کہ بچے گاتے بجاتے آگے بڑھ جائیں گے لیکن وہ اس کے سامنے کھڑے ہو کر شور مچانے لگے۔ ایک تو وہ پہلے ہی پریشان تھا اوپر سے ان کا غل غپاڑا۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ جان بوجھ کر تنگ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پہلے پہل تو وہ خاموش رہا، پھر بڑے پیار سے انہیں روکنے کی ہلکی پھلکی کوشش کی لیکن جب نہ مانے تو اس نے دُم دبا کر کھسکنے میں ہی عافیت جانی۔

وہ سڑک کے کنارے پہنچ چکا تھا۔ اس نے ٹھہر کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ سامنے ایک بہت بڑا اسٹور تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور ایک بہت خوبصورت عورت وہاں کھڑی اُسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسے لگا کہ جیسے وہ کہہ رہی ہو'' آؤ...... مارٹن اندر آ جاؤ۔'' اسی دوران اُس عورت نے ہاتھ سے اشارہ کیا جیسے کسی کو بُلا رہی ہو۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے ارد گرد نظریں دوڑائیں لیکن وہاں کوئی بھی اس عورت کی

طرف متوجہ نہ تھا۔ اس نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بڑبڑایا۔ ''کون......''

عورت نے پھر اشارہ کیا۔ لگا کہ جیسے وہ اسی کو بلا رہی ہو۔ اس نے داہنا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ کر اشارہ کیا جیسے پوچھ رہا ہو ''کیا میں؟''

عورت نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

مارٹن اپنا تھیلا سنبھالتے ہوئے تیزی سے سڑک پار کر کے اسٹور کے گھومنے والے دروازے کی طرف بڑھا۔ مارٹن کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ چند قدم آگے بڑھی اور فٹ پاتھ کے کنارے کھڑی ہوگئی۔

''سوری...... مجھے لگا کہ شاید آپ مجھے ہی بلا رہی ہیں۔'' قریب پہنچتے ہی مارٹن نے نہایت مہذبانہ لہجے میں کہا۔ اتنا کہہ کر اس نے جلدی سے پیچھے کی جانب نظر دوڑائی۔ لڑکے لڑکیوں کا وہ غول اُسی طرح شور مچاتے آگے بڑھ رہا تھا۔ ''شاید آپ اُن میں سے کسی کو......'' اس کے لہجے سے بے یقینی صاف عیاں تھی۔

''شاید......'' اُس عورت نے مارٹن کو بات مکمل ہی نہ کرنے دی۔ ''اُن میں سے ہی کسی ایک کو۔'' عورت کا لہجہ خاصا مبہم تھا۔

مارٹن سمجھ نہ سکا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے، کسے بلا رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر اطراف میں دیکھا۔ ہفتے کا آخری دن ہونے کی وجہ سے عام دنوں کی نسبت خاصی چہل پہل تھی۔ اس نے سامنے دیکھا لیکن کچھ سمجھ نہ سکا۔

وہ عورت کچھ دیر تک اسے غور سے دیکھتی رہی اور پھر آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ''شکر ہے......'' یہ کہہ کر اس نے گہری سانس لی۔ ''آخر تم سے ملاقات ہو ہی گئی۔'' اس کے چہرے سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ''آؤ میرے ساتھ......'' وہ مارٹن کا ہاتھ تھام کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے لگی۔

مارٹن حیران تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ عورت کون تھی، کیوں اس سے ملنے پر شکر ادا کر رہی ہے، وہ اس سے کیا چاہتی ہے۔ اس کے دماغ میں مختلف سوالوں کی آندھی اٹھنے لگی تھی۔ اسے یہ بھی خیال آ رہا تھا کہ اتنے احترام سے ساتھ لے کر آگے بڑھنے والی یہ عورت کسی غلط فہمی کا تو شکار نہیں ہوئی۔ اس نے لاکھ ذہن پر زور ڈالا لیکن اسے یاد نہ آیا کہ وہ کبھی پہلے اس سے کہیں مل چکا ہے۔ وہ اس کے لیے بالکل اجنبی تھی۔ اسی دوران وہ ریوالونگ دروازہ عبور کر کے ایک وسیع وعریض ڈپارٹمنٹل اسٹور میں داخل ہو چکے تھے۔

''سمجھ نہیں آتا کہ کیسے بتاؤں اس وقت تم سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے۔'' اس نے مارٹن کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی اور چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ ''اس وقت مجھے تمہاری اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور دیکھو تم مجھے مل گئے۔''

شش و پنج میں مبتلا مارٹن اس کے ساتھ ساتھ چل تو رہا تھا لیکن دماغ میں بہت سارے سوالات کلبلا رہے تھے مگر ان میں سے کسی ایک کا بھی جواب اس کے پاس نہ تھا۔

''دفع کرو، جو بھی ہے خود پتا چل جائے۔ ہو جائے گی دور اس کی خوش فہمی۔'' یہ سوچ کر مارٹن نے تمام سوالوں کو ذہن سے جھٹکا اور عورت کے سراپا پر نظر ڈالی۔

درمیانہ قد، سنہرے بال، ستواں ناک، بیضوی چہرہ، بھرے بھرے ہونٹ، گالوں میں پڑتے ڈمپل مسکراتی سیاہ بڑی بڑی آنکھیں، عمدہ لباس زیب تن، سلیقے سے بنے بال، مہنگے پرفیوم کی بھینی بھینی خوشبو...... یہ سب مل کر اس عورت کے حسن کو چار چاند لگا رہے تھے۔ مارٹن کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ایسے وقت میں کہ جب وہ شدید پریشانی کا شکار ہے، اتنی حسین عورت یوں بے تابی سے اس کی منتظر ہو سکتی ہے۔ اس دوران وہ کیش کاؤنٹر کے قریب سے گزرے۔ اس عورت نے بدستور مارٹن کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔

کاؤنٹر پر کھڑی لڑکی اسے دیکھ کر مسکرائی تو اس نے مارٹن پر نظر ڈالی۔ ''میں جینی ہوں، یہاں کی منیجر......'' یہ کہہ کر لمحہ بھر توقف کیا اور دو چار قدم آگے بڑھائے۔ ''سچ پوچھو تو میں تمہاری بہت بڑی پرستار ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر کھلتی مسکراہٹ اور آنکھوں سے جھلکتی مسرت صاف عیاں تھی۔

جینی کی بات سن کر تو جیسے مارٹن کے ہاتھوں کے توتے اڑ گئے۔ اسے سمجھ نہیں آیا کہ تقدیر کیا کھیل شروع کر چکی ہے۔ اسے اچھی طرح یاد تھا کہ ہوش سنبھالنے سے لے کر آج صبح ملازمت سے نکال باہر کیے جانے تک، اس نے ایسا کوئی بھی کام نہیں کیا تھا کہ جس پر کسی دوسرے کو تو چھوڑیے، وہ خود اس پر فخر کر سکے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ضرور کوئی غلط فہمی پیدا ہو چکی ہے ورنہ کہاں جینی جیسی حسین عورت اور کہاں میں۔ وہ اپنی سوچ میں ڈوبا اس کے ساتھ تقریباً گھسٹتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

''آپ کچھ بولتے کیوں نہیں، کس سوچ میں ڈوبے

ہوئے ہیں۔" جینی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس سے ایک قدم پیچھے تھا۔ لگتا تھا کہ اگر جینی نے ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ جہاں ہوگا، وہیں تھم جائے گا۔

مارٹن نے آہستہ سے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی۔ "آئی ایم سوری، لیکن......"

"لیکن ویکن چھوڑیے، ہماری خوش قسمتی دیکھیے کہ آپ ہمارے درمیان اس طرح غیر متوقع طور پر آ گئے ہیں۔ ہمیں آپ کی آمد کا تو پتا تھا لیکن آپ یوں پہنچیں گے، ایسا سوچا نہ تھا۔"

جب سے وہ اسٹور کے اندر داخل ہوا، تب سے وہ خاموش رہ کر ساری صورتِ حال سے لطف اندوز ہو رہا تھا لیکن اب لگا کہ بس بہت ہو چکی۔ "اصل بات یہ ہے مس جینی کہ......" اس نے معاملہ صاف کرنے کی ایک اور کوشش کی۔

ایک بار پھر اس نے مارٹن کی بات تیزی سے کاٹی۔ "میرے خیال میں آج آپ اس ملاقات کے لیے تیار نہیں ہوں گے مگر چھوڑیے ساری باتیں۔ اب آپ آ گئے ہیں تو سمجھیں آج کے دن کا پلان یہی تھا۔ ویسے بھی جو پلان ہے، وہ پبلشر کی طرف سے آپ کو ای میل کیا جا چکا تھا۔"

مارٹن ہکّا بکّا رہ گیا۔ "یہ بیچ میں اب پبلشر، پلان اور ای میل کہاں سے آ گئے۔" وہ زیرِ لب بڑبڑایا۔

اس دوران وہ زینے کے قریب پہنچ چکے تھے۔ "اوپر چلیں۔" پہلی بار اس نے مارٹن کا ہاتھ چھوڑ کر اسے سیڑھیوں پر قدم رکھنے کا اشارہ کیا۔ مارٹن نے نظریں گھمائیں۔ یہ مین ہٹن کے مشہور ڈپارٹمنٹل اسٹورز میں سے ایک تھا۔ وہ پہلی بار یہاں آیا تھا۔ اس سے پہلے اگر آنے کی سوچتا، تب بھی نہ آتا۔ یہاں دستیاب سامان اس جیسے کی ضرورتوں اور قوتِ خرید، دونوں کی پہنچ سے باہر تھا۔

"چلیے نا......" جینی نے اسے آہستگی سے زینے کی طرف دھکیلا۔ "لوگ پیچھے کھڑے اپنی باری کے منتظر ہیں۔"

"سوری......" اس نے مڑ کر عقب میں کھڑے دو تین گاہکوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور تیزی سے زینہ چڑھنے لگا۔ جینی بھی اس کے ساتھ ساتھ قدم اٹھا رہی تھی۔

مارٹن جیسے ہی اس وسیع و عریض اسٹور کی پہلی منزل پر پہنچا، دم بخود رہ گیا۔ اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ نگاہوں کے عین سامنے اس کی قدِ آدم تصویر کا بہت بڑا پوسٹر لگا تھا۔ تصویر میں جو خوش باش اور خوش پوش شخص کھڑا تھا، وہ ہو بہو مارٹن کا ہم شکل تھا۔ اس نے جو لباس پہن رکھا تھا، مارٹن تو صرف اس کا خواب ہی دیکھ سکتا تھا۔ پہلی بار وہ سخت پریشان ہوا۔ اسے لگا کہ بات صرف غلط فہمی تک محدود نہیں بلکہ اس سے کہیں آگے کی ہے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ وہ چکرا کر رہ گیا تھا۔ پاؤں جیسے فرش میں پیوست ہو گئے ہوں۔ وہ ہونقوں کی طرح پوسٹر دیکھے جا رہا تھا۔

مارٹن کے ہم شکل نے خاصا مہنگا اور جدید تراش خراش کا سوٹ پہن رکھا تھا، اس نے ہاتھ میں نہایت قیمتی سن گلاسز پکڑے ہوئے تھے، جب کہ کلائی میں نہایت مہنگے برانڈ کی ہیرے جڑی سنہری گھڑی تھی۔ سیاہ جوتے بھی بہت مہنگے لگ رہے تھے۔ سنہرے بالوں والے اُس شخص کی شکل ہی نہیں بلکہ عمر، بالوں، آنکھوں کا رنگ، چہرہ مہرہ...... مارٹن اور اُس میں حیرت انگیز مماثلت تھی۔ اسے یقین تھا کہ اگر یہ تصویر اس کی سادہ لوح بیوی دیکھ لے تو وہ بھی پہلی نظر میں شاید اپنے شوہر اور اس شخص کے درمیان کوئی فرق تلاش نہیں کر سکے گی۔

مارٹن کی نظریں قدِ آدم پوسٹر پر تیزی سے بھٹک رہی تھیں۔ اچانک اس کی نظریں پوسٹر پر سب سے نیچے پڑیں۔ "مارٹن کرسٹائنز......" اس نے تصویر کے نیچے لکھے نام کو زیرِ لب دہرایا۔

مارٹن کرسٹائنز ڈنمارک سے تعلق رکھنے والا ایک ادیب تھا، جس کے تحریر کردہ تین ناولوں نے پورے اسکینڈے نیویا میں دھوم مچا دی تھی۔ فروخت کا ملکی ریکارڈ بنانے والے تینوں ناول دراصل ایک ہی موضوع کا تسلسل تھے۔ سیاست، سازش، اختیار، طاقت اور عورت کے کرداروں پر مبنی ناولوں کے اس سلسلے پر کئی ڈرامے بھی بن چکے تھے۔ ان ڈراموں سے نہ صرف مصنف بلکہ اس کے کرداروں کو بھی خوب شہرت حاصل ہوئی تھی۔ تینوں ناولوں کے کردار ایک ہی تھے: سازشی ذہن کا مالک مشہور اور طاقتور سیاستدان اسٹیگ لارسن، سازش کے تانے بانے بُننے والا جیفرے ڈیور، ان سب کی غیر قانونی سرگرمیوں کو قانون کی ڈھال فراہم کرنے والا وکیل اینڈریو اور حُسن کے جلوے دکھا کر سب کو تباہی کے منہ میں دھکیلنے والی فتنہ گر حسینہ سینڈرا براؤنز۔ ان سب کو ملا کر جو تصویر بنتی ہے وہ ہے مارٹن کرسٹائنز کے ناول۔ یہ وہی تھا جس کی تصویر کے سامنے اس کا ہم شکل مارٹن مینز حیرت کی تصویر بنا کھڑا تھا۔ جینی نے بدستور بڑے پیار سے اس کا بازو تھام رکھا تھا۔

مارٹن کرسٹائنز نے امریکا میں تعلیم و تربیت حاصل کی

تھی۔ اس کا لب و لہجہ، انگریزی زبان کی روانی اور اٹھنے بیٹھنے کا انداز بالکل امریکیوں کا سا تھا۔ اسکینڈے نیویا میں دھوم مچانے کے بعد، ان دنوں وہ چند معروف امریکی ناشرین کی دعوت پر ادبی دورہ کر رہا تھا۔ مارٹن جس تصویر کے سامنے کھڑا تھا، دراصل وہ اسی دورے کی تشہیری مہم کا حصہ تھی۔

اگرچہ امریکا میں اس کا ناول پہلی بار شائع ہونے جا رہا تھا لیکن ڈنمارک میں شائع ہونے والے اس کے ناولوں نے تہلکہ مچا دیا تھا۔ پوری اشرافیہ اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی تھی۔ اگرچہ اس نے صاف صاف اظہارِ لاتعلقی کرتے ہوئے اپنے ناولوں کو سو فیصد فکشن قرار دیا تھا لیکن پڑھنے والے جانتے تھے کہ وہ خالص حقیقت پر مبنی تھے اور فرضی کرداروں کے پیچھے چھپائے گئے لوگ اس بات سے سخت پریشان تھے۔ خود وہ بھی فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر امریکا میں پذیرائی ملی تو وہ جان بچانے کے لیے واپس جانے کا سوچے گا بھی نہیں۔

''کیا ہوا......'' مارٹن کو تصویر میں کافی دیر تک کھویا دیکھ کر جینی نے آہستہ سے کہا۔ اس کا انہماک دیکھ کر وہ اس کا ہاتھ چھوڑ کر ایک قدم پیچھے ہو کر کھڑی تھی۔

مارٹن نے گردن گھما کر جینی کی طرف دیکھا۔ اس کے برابر دو اور نوجوان لڑکیاں کھڑی تھیں۔ دونوں بلا کی خوبصورت تھیں۔ اسے اپنی طرف متوجہ پا کر وہ دونوں کھلکھلا کر ہنس دیں۔ مارٹن بھی اخلاقاً مسکرا دیا۔ انہوں نے ایک جیسے منی اسکرٹ اور سرخ ٹی شرٹس پہن رکھی تھیں۔

''میں کلاٹش...... اور میں لیگی......'' دونوں نے ایک ساتھ اپنا تعارف کرایا اور پھر زور سے ہنس پڑیں۔ حیرت انگیز طور پر ہنسنے کے دوران ان کے گالوں پر پڑنے والے ڈمپل بھی ایک جیسے ہی تھے۔

مارٹن نے جینی کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکرا رہی تھی۔ اسی دوران کلاٹش نے اسے بے تکلفی سے اپنی جانب متوجہ کیا۔ ''مسٹر مصنف......''

وہ مڑا اور سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کلاٹش کبھی تصویر اور کبھی اس کے سراپا کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھے جا رہی تھی۔ ''خوبصورت تصویر......'' چند لمحوں کے توقف کے بعد اس نے کہا اور ایک نظر پھر مارٹن کے سراپا پر ڈالی۔ ''لیکن تم اپنی تصویر کے مقابلے میں کچھ ذرا سے مختلف نظر آ رہے ہو۔'' اس کے لہجے میں شک نہیں تھا، لگتا تھا کہ اس نے برسبیلِ تذکرہ یہ بات کہہ دی ہو۔

مارٹن مسکرایا اور پہلے تصویر کی طرف، پھر اپنے اوپر نظر ڈالی۔ واقعی صاحبِ تصویر کے مقابلے میں تو اس کا لباس دو کوڑی کا بھی نہ تھا۔ اس نے نہایت عام جینز، شرٹ اور بے استری کا کوٹ پہن رکھا تھا۔ کندھے سے لٹکتا پٹ سن کا تھیلا بھی ایسا ہی تھا جسے اکثر سودا سلف لانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے لبوں پر کھسیانی سی مسکراہٹ طاری ہو گئی۔

''میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔'' کلاٹش نے تیزی سے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ شاید وہ اس کے تاثرات بھانپ چکی تھی۔ ''دراصل تم تصویر کے مقابلے میں زیادہ اچھے نظر آتے ہو۔'' یہ کہہ کر وہ ہنس پڑی۔

''دیکھیے......'' مارٹن نے ان کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے کچھ کہنا شروع ہی کیا تھا کہ اس کی جینی پر نظر پڑی اور پھر اس کا ارادہ بدل گیا۔ ''تصویر نظر کا دھوکا ہے۔'' اس نے زیرِ لب فلسفیانہ لب و لہجے میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جینی کی غلط فہمی دور کرنے کی حد تک تو بات ٹھیک ہے لیکن ان لڑکیوں کے سامنے یہ بات کہی تو اُن کا دل بھی ٹوٹ سکتا ہے اور کسی کا دل توڑنے کی ہمت اس کے اندر نہ تھی۔

اسی دوران کچھ اور لوگ بھی آ گئے۔ ان میں مرد و عورت، دونوں ہی تھے۔ انہی میں ایک سرخ بالوں والا ڈھلتی عمر کا ایک مرد بھی تھا۔ مارٹن خاموش ہوا تو وہ آگے بڑھا اور اپنے ساتھ موجود دو لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ''ہم آپ کے ناولوں کے امریکن پبلشر کی طرف سے آئے ہیں۔ اس دورے میں ہم ہر جگہ آپ کے ساتھ ہوں گے۔'' یہ کہہ کر وہ مسکرایا۔

مارٹن بدستور خاموش رہا، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

''تو اب بتائیے کہ آپ کو کیا کیا چاہیے، کچھ بھی......'' یہ کہہ کر اس نے لمحہ بھر توقف کیا اور پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔ ''آپ کو کسی بھی چیز کی ضرورت ہو، بس! بات منہ سے نکالیے۔ ہر فرمائش پلک جھپکتے پوری کرنے کی کوشش کریں گے۔'' اس کا لہجہ تابعدارانہ تھا۔

کلاٹش بڑے غور سے اس کی بات سن رہی تھی۔ وہ خاموش ہوا تو اس نے مسکرا کر پہلے مارٹن اور پھر اس شخص پر نظر ڈالی۔ ''ابھی ابھی آپ نے مسٹر مارٹن سے کیا کہا تھا...... کچھ بھی۔'' معنی خیز لب و لہجے میں یہ کہہ کر وہ حسبِ عادت زور سے ہنس پڑی۔